سوال

(134) مسجد تنگ ہوجانے کے باعث توسیع اور پرانی قبر کا ہونا

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ موضع رنگھاٹ میں تقریباً پچاس برس سے ایک جامع مسجد قائم ہے۔ اب مسجد تنگ ہونے کی وجہ سے کچھ جگہ بڑھائی گئی اور مسجد بھی بن گئی ہے اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ مسجد کی بڑھائی ہوئی جگہ جو ہے اس کے اندر بہت دنوں قریب تیس (۳۰) برس سے یوسف ملا کی قبر ہے اور عدد کثیر لوگ کہتے ہیں، کہ یوسف ملا مذکور کی قبر مسجد سے باہر ہے حتی کہ یوسف ملا کا بھائی یعنی یمانی ملا بھی کہتا ہے، کہ میرے بھائی کی قبر مسجد سے باہر ہے۔
اب علمائے کرام کی خدمت میں دریافت کرنا یہ ہے کہ اقوال مذکورہ مختلفہ فیہا کی بنا پر جامع مسجد مذکور کو پختہ تعمیر شدہ ازروئے شرع نماز پڑھی درست ہوگی یا نہیں؟ واضح رہے کہ قبر کی کوئی نشانی باقی نہیں ہے۔ بینوا توجروا

الجواب بعون الوہاب بشرط صحۃ السؤال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!
الحمد للہ، والصلاۃ والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

صورت مسئولہ سے معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ تعداد منکرین قبر کی ہے۔ اور بعض کا خیال ہے کہ وہاں قبر تھی، کثرت کے مقابلے میں قلت کا خیال نہ کیا جائے گا، علاوہ ازیں مان بھی لیا جائے کہ کسی زمانے میں وہاں قبر تھی، درازگی زمانہ کے باعث اس کے نشانات باقی نہ رہے اور نہ تعمیر مسجد کے زمانے میں کسی کو خیال رہا، ایسی صورت میں اگر میت کی تعظیم اور تکریم مقصود نہ ہو اور عدم معلومات کی بنا پر مسجد بنائی گئی ہو تو حرج نہیں ہے اور اس میں نماز درست ہے، کیوں کہ بخاری شریف میں ہے: باب بناء المسجد علی القبر (تحت باب حسب ذیل حدیث مذکور ہے)
«أولئک إذا مات فیھم الرجل الصالح بنوا علی قبرہ مسجدا ثم صوروا فیہ تلک الصور» الحدیث
یہاں مراد قصداً اور تعظیماً کی ممانعت ہے۔ کیوں کہ ترمذی کی شرح تحفۃ الاحوذی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد حرام بیت اللہ کے ارد گرد ستر (۷۰) یا پچاس (۵۰) انبیاء علیہم السلام کی قبور پائی جاتی ہیں، اور سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبر مسجد حرام کے حطیم میں واقع ہے، پھر بھی نماز پڑھی جاتی ہے تحفۃ الاحوذی کے ص ۲۶۵ ج ۱ میں حسب ذیل عبارت ہے:
وأنا من اتخذ مسجداً فی جوار صالح أو صلی فی مقبرۃ قاصداً بہ الاستظہار بروحہ أو رسول اثر من آثار عبادتہ إلیہ التوجہ نحوہ والتعظیم لہ فلا حرج فیہ إلا یری أن مرقد إسماعیل علیہ السلام فی الحجر فی المسجد الحرام والصارۃ فیہ أفضل
عبارت مذکورہ سے صاف عیاں ہے کہ اگر قبر کی تکریم اور تعظیم مقصود نہ ہو تو نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اسی طرح اگر قبر کی تعظیم اور تکریم یا تحقیر مقصود نہ ہو تو پائخانہ پیشاب کے علاوہ نشت و برخاست بھی قبر پر جائز ہو سکتی ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے:

قال خارجۃ بن زید رأیتنی ونحن شبان فی زمان عثمان رضی اللہ عنہ وان أشدنا وثبۃ الذی یثب قبر عثمان بن مظعون حتی یجاوزہ وقال عثمان بن حکیم أخذ بیدی خارجۃ فاجلسنی علی قبر واخبرنی عن عمہ یزید بن ثابت قال إنما کرہ ذلک لمن أحدث علیہ وقال نافع کان ابن عمر یجلس علی القبور

''خارج بن زید کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ ہم لوگ عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جوان تھے اور ہم سب عثمان بن مظلوم کی قبر پر کودا کروا کرتے تھے، حتی کہ اوس سے بھی تجاوز کر جاتے تھے اور عثمان بن حکیم نے کہا کہ خارجہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے قبر پر بٹھایا اور اپنے چچا یزید بن ثابت سے خبر دی کہ یہ قبر پر بیٹھنے کو جو ناپسند کرتے تھے، اس شخص کے لیے جو اس پر حدث کرے، اور نافع کا بیان ہے، کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ قبر پر بیٹھا کرتے تھے۔''

اسی طرح موطا امام مالک میں ہے۔

کان علی یتوسد القبر و یضطجع علیھا

''یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ قبروں پر ٹیک لگایا کرتے تھے، اور لیٹتے بھی تھے۔''

خلاصہ یہ کہ بستی مذکور کے نمازی لوگوں کے پیش نظر نہ تعظیم میت اور نہ تحقیر میت ہے، لہٰذا اس مسجد میں نماز جائز ہوگی۔ واللہ أعلم بالصواب وعلمہ أتم

(المجیب ابو نعیم محمد عبد الحکیم الدرس والناظم مدرسہ عربیہ مظہر العلوم پٹنہ)

ھو الموفق: ... صورت مسئولہ میں نفس سوال کا جواب جو فاظل مجیب نے تحریر فرمایا ہے صحیح ہے، یعنی جامع مسجد مذکور فی السوال میں نماز پڑھنی ازروئے شرع جائز اور روا اور درست ہے، لیکن قبر سے متعلق دو دیگر باتیں جن کے متعلق فاضل مجیب نے اپنے خیال کا اظہار فرمایا ہے، ان کے جواز کے متعلق مجھے کلام ہے۔

بلاشبہ تمام علماء کا تفاق ہے کہ پیشاب اور پائخانہ کے لیے قبر پر بیٹھنا حرام اور ممنوع ہے اور اگر یہ نہ ہو تو قبر پر بیٹھنا، ٹیک لگانا وغیرہ مختلف فیہ ہے، حنابلہ اور ظاہریہ اس کو بھی ناجائز اور ممنوع کہتے ہیں اور یہی مذہب حق اور راجح ہے، اس لیے کہ صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور ابو مرثد غنوی رضی اللہ عنہ وغیرہ سے جو احادیث مروی ہیں، ان سے بلاقید و شرط قبر پر بیٹھنا وغیرہ ناجائز اور ممنوع ثابت ہوتا ہے۔

عن أبی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم: «لان یقعد أحدکم علی جمرۃ فتحرق ثیابہ فتخلص إلی جلدہ خیر لہ من أن یجلس علی قبر (رواہ مسلم ص ۳۱۲، جد ۱)

''یعنی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو پختہ بنانے اور اس پر بیٹھنے اور مکان بنانے سے منع فرمایا ہے۔''

عن أبی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم: لأن یقعد أحدکم علی جمرۃ فتحرق ثیابہ فتخلص الی جلدہ خیر لہ من أن یجلس علی قبر (رواہ مسلم ص ۳۱۲، جلد ۱)

''یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا آگ کے انگارہ پر بیٹھنا کہ اس جگہ کا کپڑا جلا کر چمڑہ بھی جلا دے بہتر ہے، قبر پر بیٹھنے سے۔''

عن أبی مرثد الغنوی قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم: «لا تجلسوا علی القبور ولا تصلوا إلیھا» (رواہ مسلم ص ۳۱۲، جلد ۱)

''یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ان کو سامنے کر کے نماز پڑھو''

اسی طرح مسند احمد میں عمر بن حزم انصاری کی حدیث میں بھی قبر پر بیٹھنے کی ممانعت صراحۃً موجود ہے، اور عمارہ بن حزم کی حدیث:

رأنی رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا متک علی قبر فقال: «لا تؤلوا صاحب القبر»

سے بھی قبر پر ٹیک لگانا، بیٹھنا، روندنا ممنوع ثابت ہوتا ہے۔

قال الحافظ اسنادہ صحیح وھو دال علیٰ أن المراد بالجلوس القعودۃ علی حقیقۃ

''یعنی حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس حدیث ابو ہریرہ کی اسناد صحیح ہیں اور حدیث میں لفظ جلوس سے حقیقی معنی میں بیٹھنا مراد ہے۔''

علی ہذا القیاس مسند ابو یعلیٰ میں ابو سعید کی حدیث سے جو رجال ثقات سے مروی ہے بہ فھی ان یبنی علی القبور او یقعد علیھا او یصلی علیھا اور طبرانی کبیر میں واثلہ کی حدیث جس کی سند متکلم فیہ ہے قال نھانا ان نصلی علی القبور او نجلس علیھا سے قبروں پر مکان بنانا، بیٹھنا، نماز پڑھنا وغیرہ ممنوع ثابت ہوتا ہے، اسی طرح عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے آثار سے بھی قبروں پر اٹھنا، بیٹھنا، چلنا پھرنا، گھر بنانا ناجائز پڑھنا ناجائز اور منہی عنہ ثابت ہے۔

قال النووی فی ھذا الحدیث تحریم القعود والمراد بالقعود الجلوس علیہ ھذا مذھب الشافعی رحمۃ اللّٰہ علیہ وجمھور العلماء وقال مالک فی الموطا والمراد بالقعود الحدث وھذا تاویل ضعیف او باطل والصواب أن المراد بالقعود الجلوس کما فی الروایۃ الأخری (مسلم ص ۳۱۲، جلد ۱)

''امام نووی فرماتے ہیں کہ اس جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں قبروں پر بیٹھنے کی حرمت موجود ہے۔ یہی مذہب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور تقریباً سارے علماء کا ہے، امام مالک رحمۃ

الله علیہ کا موطا میں قعود سے حدث (پائخانہ پشاب کرنا) مراد لینا ایک باطل اور لغوتاویل ہے، صحیح وہی ہے جو بیٹھنے سے عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ جیسا کہ دوسری حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے۔''

ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لفظ الخبر مانع من ذلک قطعاً لقولہ علیہ السلام لأن یجلس أحدکم علی جمرۃ فتحرق ثیابہ فتخلص إلی جلدہ خیر لہ من اأن یجلس علی قبر وابالضرورۃ یدري کل ذی حس سلیم أن القعود للغائط لایکون ھکذا البتۃ وما عھدنا ناقط أحداً یقعد علی ثیابہ للغائط إلا من صحۃ لاماغہ

''یعنی یہ بالکل واضح ہے جسے ہر سمجھ دار جانتا ہے کہ احادیث عامہ میں جس ممنوع جلوس (بیٹھنا) کا ذکر ہے وہ جلوس متعارف ہے، جس پر فتحرق ثیابہ فتخلص الی جلد شاہد عدل ہے، بخلاف اس جلوس کے کو بوقت قضاء حاجت ہوتا ہے کیوں کہ اس وقت کپڑا مقعد سے ہٹایا اور ہٹا لیا جاتا ہے۔''

اور لکھتے ہیں:

ان الروایۃ ھذا الخبر لم یتعدوا بہ وجھہ من الجلوس المعھود وما علمنا فی اللغۃ جلس فلان بمعنی تغوط انتھیٰ (محلی ص ۱۳۶، جلد ۵)

''رواۃ حدیث میں سے کسی نے بھی جلوس مذکور فی الحدیث سے جلوس متعارف کے علاوہ کوئی دوسرا معنی نہیں بتایا ہے اور نہ ہی کسی لغت میں ہے کہ جب کہا جائے کہ فلاں شخص بیٹھا تو سننے والا سمجھے کہ پائخانہ کیا۔''

حنفیہ کے نزدیک قبر پر بیٹھنا وغیرہ مکروہ تنزیہی ہے، اور مالکیہ کے نزدیک اگر قبر مسلم ہو اور راستہ قبر سے الگ ہو اور یہ بھی گمان ہو کہ شاید میت کا کچھ حصہ قبر میں موجود ہو تو ایسی صورت میں قبر پر بیٹھنا مکروہ تنزیہی ہے اور اگر ان مین سے کوئی قید منتفی ہو جائے تو قبر پر بیٹھنا بلا کراہت جائز ہے، اور بعض مالکیہ قبر پر بیٹھنے کو بلا کراہت جائز کہتے ہیں بعض شافعیہ بھی مکروہ تنزیہی کے قائل ہیں، لیکن اکثر شافعیہ، حنابلہ اور ظاہریہ کی طرح مکروہ تحریمی کی قائل ہیں۔

مکروہ تنزیہی کہنے والے اولا تو مذکورہ احادیث ہی کی تاویل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جلوس سے مراد صرف پائخانہ پشاب کے لیے بیٹھنا مراد ہے وبس حالانکہ ان کی یہ تاویل قطعاً اور لغو اور بعید از عقل و عرف بھی ہے، جیسا کہ ابھی ابھی اوپر عرض کیا جا چکا ہے اور ثانیہ مندرجہ ذیل حدیث و آثار سے استدلال کرتے ہیں۔

(۱) عن زید بن ثابت أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فھی عن الجلوس علی القبور لحدث غائط أو بول (رواہ الطحاوی برجال ثقات)

''یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قضائے حاجت کی غرض سے قبروں پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔''

(۲) اثر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (۳) اثر علی رضی اللہ عنہ (۴) اثر خارجہ بن زید تابعی رضی اللہ عنہ (۵) اثر یزید بن ثابت رضی اللہ عنہ جنہیں فاضل مجیب نے بخاری اور موطاء سے نقل کیا ہے۔

اس استدلال کا مختصر جواب یہ ہے کہ زیت بن ثابت کی حدیث ہمارے مدعا کے خلاف نہیں ہے، کیوں کہ مطلقاً جلوس علی القبر جبکہ ممنوع اور منہی عنہ ہے تو یہ صورت بدرجہا اولیٰ حرام اور ناجائز ہوگی، اس لیے کہ جلوس کے تمام اقسام سے یہ قسم قبیح ہے۔

رہے آثار جنہیں فاضل مجیب نے تحریر فرمایا ہے تو شاید اس وجہ سے ہیں کہ ان صحابہ رضی اللہ عنہ کو احادیث نہی مذکورہ نہیں پہنچی تھیں اور انہوں نے اپنے فہم سے کام لیا ہے، پس احادیث مرفوعہ صحیحہ کے ہوتے ہوئے ان آثار سے استدلال کرنا اصول حدیث کے قطعاً خلاف اور باطل ہے۔ علاوہ ازیں حضرت ابن عمر کا یہ اثر ان کے اس اثر کے خلاف ہے جو ابن شیبہ میں باسناد مروی ہے۔

قال ابن عمر لا اعلی ارضف أحب إلی من أن أطأ علی قبر

اس پر تو سخت تعجب تھا ہی کہ فاضل مجیب اہل حدیث مولانا و بالفضل اولانا ہیں، اس کے باوجود احادیث صحیحہ مرفوعہ کے ہوتے ہوئے آثار صحابہ سے استدلال کرتے ہیں، جو محدثین یا اہل حدیثوں رحمہم اللہ کے نزدیک قطعاً جائز نہیں، لیکن ہمارے تعجب کی انتہا نہ رہی جب کہ ہماری نظر مجیب موصوف کی اس عبارت پر پڑی، آپ فرماتے ہیں کہ ترمذی کی شرع تحفۃ الاحوذی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد حرام بیت اللہ کے ارد گرد ستر یا پچاس انبیاء علیہم السلام کی قبور پائی جاتی ہیں، اور سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبر مسجد حرام کے حطیم میں واقع ہے پھر بھی نماز پڑھی جاتی ہے، اور آپ نے اپنے اس دعویٰ کے ثبوت میں تحفہ سے وہ عبارت نقل کی ہے جو لمعات کی ہے جسے صاحب تحفہ بغرض تردید ان کتابوں سے نقل کیا ہے۔ اور زاں بعد شیخ مبارکپوری مرحوم نے الدین الخالص کی عبارت نقل فرما کر اس کی تردید کی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں۔

قلت ذکر صاحب الدین الخالص عبارۃ اللمعات ھذہ کلھا ثم قال رداً علیھا مالفظہ ما ابردھذا التحریر والاستدلال علیہ بذلک التقریر لان کون قبر إسماعیل علیہ السلام وغیرہ من الانبیاء سواء کا نوا

سبعین أو أقل أو أکثر من فعل ھذہ الأمۃ المحمدیۃ ولا ھود ھم دفنوا لھذا الغرض ھناک ولا نبہ علی ذلک رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا علامات بقبور ھم منذ عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا تحری نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام قبرا من تلک القبور علی قصد المجاورۃ بھذہ الا رواح المبارکۃ ولا أمر بہ أحدا أو لا تلبس بذلک أحد من ھذہ الا متوائمۃ بل الذی ارشدنا إلیہ وحثنا علیہ أن لا نتخذ قبور الأنبیاء مساجد کما اتخذت الیھود والنصاریٰ وقد لعنھم علی ھذا الا تخاذ فالحدیث برھان قاطع لمواد النزاع وحجۃ نیرۃ علی کون ھذہ الأفعال حالبۃ اللحن واللعن امارۃ الکبیرۃ المحرمۃ اشد التحریر انتھیٰ (تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی ۲۶۶، ج ۱ ومن ارادہ البسط التفصیل فعلیہ النظر فی الدین الخالص ص ۳۰۹ جلد ۲)

ذرا انصاف کیجئے! صاحب تحفہ تو صاف طور پر لکھ رہے ہیں کہ یہ عبارت جس کو میں ذکر کر رہا ہوں ''لمعات'' کی ہے، ''حسبی الدین الخالص'' کے مصنف نے نقل فرما کر سخت تردید کی ہے۔

اسی طرح فاضل مجیب آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں، کہ ''تحفۃ الاحوذی'' کے ص ۲۶۵ میں حسب ذیل عبارت ہے، وأما من اتخذ مسجداً فی جوار صالح أو صلی فی مقبرۃ (الی) عبارت مذکور سے صاف ظاہر ہے، کہ توجہ الی المیت اور تعظیم پیش نظر نہ ہو تو نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔''

بے شک تحفۃ الاحوذی کے صفحہ مذکورہ میں یہ عبارت ہے۔ لیکن صاحب الاحوذی کی نہیں ہے، بلکہ مجمع البحار کی عبارت ہے جسے صاحب تحفۃ الاحوذی مجمع البحار سے نقل کر کے تردید کرنا چاہتے ہیں، صاحب تحفہ موٹے خط میں لفظ ''تنبیہ'' لکھ کر قال فی مجمع البحار لکھتے ہیں پھر عبارت مذکورہ نقل کرتے ہیں۔

علاوہ ازیں مجمع البحار کی عبارت سے فاضل مجیب کا استدلال بھی لغو اور غیر صحیح ہے اس لیے کہ مجمع البحار کی عبارت کوئی دلیل شرعی نہیں ہے اور نہ کسی دلیل شرعی سے ماخوذ ہے کیوں کہ کسی صحیح حدیث سے حطیم میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبر کا ہونا یا بیت اللہ شریف کے ارد گرد انبیاء علیہم السلام کی قبروں کا ہونا ہوگر ثابت نہیں ہوتا، البتہ مسند الفردوس دیلمی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جو سخت ضعیف اور ناقابل اعتبار ہے، پس تاوقتیکہ کسی حدیث صحیح سے یہ ثابت نہ ہو جائے، اس سے استدلال کی بنیاد محض ہوا پر ہوگی۔

حقیقت یہ ہے کہ مجمع البحار کی اس عبارت سے شرک کی بو رآ رہی ہے یہی وجہ ہے کہ صاحب تحفۃ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے نقل کر کے الدین الخالص کی عبارت کے ذریعے تردید کی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

فمن اتخذ مسجدا فی جوار صالح رجاء برکتہ فی العبأرۃ مجارۃ و روح ذلک المیّت فقد شملہ الحدیث شمولا واضحا کشمس النھار ومن توجہ إلیہ واستمد منہ فلا شک انہ أشرک باللّٰہ وخالف امر رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ھذا الحدیث وما ورد فی سفأہ ولم یشرع الزیادۃ فی ملۃ الإسلام الا للعبرۃ والزھد فی الدنیا والدعاء بالمغفرۃ الموتی وأما ھذہ الا غراض التی ذکرھا بعض من یغری إلی الفقہ والرائ والقیاس فما لیست علیھا اثارۃ من علم ولم یقل بھا فیما علمت أحد من السلف بل السلف أکثر الناس انکاراً عن مثل ھذہ البدع الشرکیۃ۔ انتھیٰ

(تحفۃ الاحوذی صفحۃ ۲۶۶ جلد ۱)

ومن شاء البسم برا التفصیل فلیرجع إلی الدین الخالص من (ص ۳۰۰ ج ۱ الی ۳۱۰ ج ۱)

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی حجۃ اللہ البالغہ ۱۹۲ ج ۱ میں تحریر فرماتے ہیں:

والحق عندی أن القبر ومحل عبادۃ ولی من اولیاء اللہ والطور کل ذلک ساء فی النھی واللہ اعلم

صاحب سبل السلام ارقام فرماتے ہیں،

قال البیضاوی وأمّا من اتخذ مسجداً فی جوار صالح وقصد التبرک بالقرب منہ لی لتعظیم لہ ولا التوجہ نحوہ فلا یدخل فی ذلک الوعید قلت لا لتعظیم لہ یقال اتخاذ المساجد بقربۃ وتصد التبرک بہ تعظیم لہ ثم أحادیث النھی مطلقۃ ولا دلیل علی التعلیل بما ذکر والظاھر ان العلۃ سسا لذریعۃ والبعد عن التشبۃ بعبدۃ الاوثان الذین یعظمون الجسادات التی لا تسمع ولا تضر ولھا فی انفاق المال فی ذلک من الحدیث التبذیر الخالی عن النفع بالکلیۃ (انتھیٰ سبل السلام ص ۲۳۵ ج ۱)

شیخ الاسلام علامہ عبدالرحمن بن حسن النجدی فتح المجید میں اس عقیدہ باطلہ کی تردید ان لفظوں میں کرتے ہیں،

أما إذا قصد الرجل وان الصلوۃ عند القبور متبرکا بالصلوٰۃ فی تلک البقعۃ فھذا عین المحادۃ للّٰہ ورسولہ والمخالفتہ لدینہ وابتداع دین لم یأذن بہ اللہ وان الصلوٰۃ عند القبور منھی عنہ وانہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن اتخاذھا مسجدا (انتھیٰ فتح المجید ص ۱۸۷ ج ۱)

ان عبارات کا ماحصل یہ کہ کسی صالح کی قبر کے پاس بقصد تبرک واستفاضہ مسجد بنانی اس صالح کی تعظیم وتکریم کو مستلزم ہے اور یہ بت پرستی سے بالکل مشابہ ہے، اس لیے کہ مذکورہ بالا احادیث نہی کے عموم میں داخل ہے لہٰذا یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑائی لینی ہے، جو ہر شخص کے لیے قطعاً حرام ہے۔ أعاذنا اللّٰہ منہ

پس معلوم ہواکہ فاضل مجیب نے قبر سے متعلق جن خیالات واہیہ کا اظہار فرمایا ہے وہ احادیث مرفوعہ صحیحہ کے سراسر اخلاف ہے، نیز اہل حدیث اوراہل الرائے کے عقائد میں فرق ہے۔ اہل حدیث کے نزدیک قبر سے استفاضہ یا حصول برکت و مدد کا خیال اور قبر کے پاس مراقبہ قطعاً درست نہیں ہے، اوراہل الرائے کے یہاں یہ سب کچھ درست ہے۔

ملاحظہ ہو حجۃ البالغہ صفحہ ۱۴۷تا۱۴۸ جلد ۱ اورفتح المجید صفحہ ۱۸۸ جلد ۱ ، ھذا ما عندی واللہ أعلم بالصواب

(ازاحقر محمد مسلم غفرلہ رحمانی ایف، ایم اخبار دہلی) (مدرس مدرسہ انجمن اصلاح المسلمین سمیل تلاڈا کخانہ بھاؤ مالدہ، جلد ۴ نمبر ۲۳)

مسئلہ : ... ایک مسجد کی چیز جب کہ اس مسجد میں ضرورت نہ ہو تو دوسری مسجد میں استعمال کر سکتے ہیں، اس کو حافظ ابن تیمیہ نےاپنے فتاویٰ میں ثابت کیا ہے، دوسرے جب اس فالتو چیز کا کام میں نہیں لایا جائے گا تو وہ چیز ضائع ہو جائے گی اور حدیث شریف بخاری میں آیا ہے۔

نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن إضاعۃ المال الحدیث

''یعنی منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کے ضائع کرنے سے۔''

جہاں تک ہوسکے اپنی ضروریات میں نہ لے، کسی دوسری مسجد میں دے دی جائے، یا اس کا معاوضہ واجبی دے کر کام میں لے لے، اوراس کی قیمت اس مسجد میں اور کسی ضروریات تعمیر وغیرہ میں صرف کر دے، وقف مال کو بلاوجہ اپنے استعمال میں لینا درست نہیں، اس میں بہت سے لوگ بے احتیاطی کرتے ہیں، اور مسجد کی وقف شدہ چیز کواپنے استعمال میں لاتے ہیں وہ ظالم ہیں، ہذا ما عندی من الجواب واللہ أعلم بالصواب۔ (الاعتصام جلد نمبر ۲، ش نمبر ۸)

[قرآن وحدیث کی روشنی میں احکام ومسائل]

جلد 02